انسانی شخصیت: نفسیات کے تناظر میں

Human Personality: In the perspective of Psychology

دل نشاط[i] ڈاکٹر اظہر حسین کلیانی[ii]

Abstract:

Many variables are involved in the formation and development of human personality. Similarly, nature plays a fundamental role in the formation of human personality. The fact is that this condition resulting from the interaction of nature and environment of the individual is forming his personality. Humans are influenced by what they see in their surroundings. While this effect can be negative or positive, it can also be temporary or long-lasting. Experiences and stimuli derived from the surrounding environment influence human thinking. As a result of which man adapts himself to the environment or in response to it to a certain extent. When these different human thoughts and social motivations result in the qualities of personal response being united in a person and taking the form of a whole, then it is called personality. Therefore, such a form of mental unity of man which can form his character is called personality.

Keywords: *Psychology, Character, Human Personality, Formation of Personality, Social Motivations, Human Behavior.*

انسانی شخصیت کی تشکیل اور نشوونما میں بہت سے عوامل شامل ہیں۔ فطرت انسانی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی بھی فرد کی فطرت اور ماحول کے باہمی تعامل کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کیفیت اس کی شخصیت کو تشکیل دیتی ہے۔ انسان اپنے اردگرد کی چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ اثر منفی یا مثبت ہو سکتا ہے ، یہ عارضی یا دیرپا بھی ہو سکتا ہے۔ آس پاس کے ماحول سے حاصل ہونے والے تجربات اور محرکات انسانی سوچ کو متاثر کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انسان اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھال لیتا ہے یا ایک حد تک ڈھل جاتا ہے۔ جب ان مختلف انسانی افکار اور سماجی محرکات کے نتیجے میں شخصی ردعمل کی خصوصیات انسان میں یکجا ہو کر ایک مکمل شکل اختیار کر لیتی ہیں تو اسے شخصیت کہتے ہیں۔ یہی ذہنی وحدت جس صورت میں کردار کی تشکیل کرتی ہے ، اس کو واضح کرنے کے لیے یہ مقالہ مددگار ہو گا۔

کلیدی الفاظ: نفسیات ، کردار ، انسانی شخصیت ، شخصیت کی تشکیل ، سماجی محرکات ، انسانی رویہ۔

انسانی ذات میں نفسیات اور شخصیت کے پہلو سب سے گنجلک پہلو ہیں۔ طویل عرصے تک انسان اپنی شخصیت اور نفسیات کی پرتوں کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے۔ لیکن زمانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ جب انسان نے اپنے آپ کو تقدیر سے الگ کیا اور اپنی ذات کو شخصی تناظر میں دیکھنا شروع کیا تو اسے انسان ایک خود مختار عامل کے طور پر نظر آیا۔ ایک ایسا عامل جسے عمل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ اس سے قبل انسان کی ذات کو خدا یا دیوی دیوتاؤں کے زیر تسلط تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کی اچھائیوں کو خدا اور اس کی برائیوں کو شیطان سے منسوب کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح شخصیت اور نفسیات کے مباحث نہ ہونے کی وجہ سے انسان کی نفسیاتی پیچیدگیوں کو سمجھنے کا باب بالکل ہی بند تھا۔ لیکن سائنسی علوم کے احیاء کے بعد جہاں سماجی علوم پر مباحث نے

---

i لیکچرر (اردو)، ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ، پنجاب(Corresponding Author)

ii استاد ، شعبہ اردو ، اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور۔

جنم لیا وہاں انسانی ذات بھی خدا اور شیطان کے تسلط سے آزاد ہوئی۔

سائنسی علوم کے اس اطلاقی دور نے انسانی نفسیات کو سمجھنے اور اس کی شخصیت کے کئی مخفی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ یوں انسان کو خدا اور شیطان کے درمیان قائم ازلی کشمکش کے پس منظر میں دیکھنے کی بجائے اس کو ذاتی حیثیت سے دیکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے منفی کردار کو محض شیطانی پس منظر میں دیکھنے کی بجائے اس کے نفسیاتی مسائل کے پس منظر میں دیکھنے کی راہ ہموار ہوئی۔

ابتدا میں علم نفسیات کو روح جب کہ شخصیت کو انسان کے ظاہر کا علم قرار دیا گیا۔ یعنی جب کسی شخص کا نفسیاتی تجزیہ زیر عمل ہوتا یا اس کے نظریات، جذبات اور مزاج میں شدت کو ماپا جانا مقصود ہوتا تو یہ عمل اس کی روح کا مطالعہ قرار پاتا تھا۔ یوں علم نفسیات میں سے جس طرح مادی عناصر کو خارج کر دیا گیا اسی طرح شخصیت کے دائرہ کار میں سے انسانی کی نفسیات کو الگ کر دیا گیا۔ نتیجتاً نفسیات اور شخصیت کی تعریفیں اپنی محدودیت کی بنا پر بدل دی گئیں۔ سائنسی علوم نے جب ترقی کی تو انسان پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ علم نفسیات میں صرف غیر مادی عناصر شمار نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس میں کئی مادی عناصر بھی شامل ہوتے ہیں جن میں انسانی دماغ کا مطالعہ بھی در آتا ہے۔ اسی طرح شخصیت کی تفہیم کے وقت انسان کی صرف ظاہری صورت کا جائزہ لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس میں انسان کے نظریات، اس کی سوچ، اس کی نفسیات، رد عمل کی شدت اور خارجی عوامل شامل ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جدید ماہرین نفسیات نے نفسیات کے ان روحانی و عضویاتی تصور کے برعکس نفسیات کو Study of Human Behavior یعنی انسانی کردار کی تفہیم و تعبیر کے پس منظر میں دیکھا ہے۔ انسانی کردار کے مطالعہ کے پیش نظر نفسیات کی یہ تعریف زیادہ جامع تصور کی جاتی ہے جس میں انسانی کردار کے تمام پہلو زیر بحث آ جاتے ہیں۔ کردار سے مراد محض جسم کے افعال نہیں بلکہ ایسے افعال اور جسمانی کیفیات بھی اس میں در آتی ہیں جن کا مشاہدہ ہم بادی النظر نہیں کر سکتے۔ یہ جسمانی کیفیات عمل اور رد عمل کی صورت میں انسان کے اندر تو ظہور پذیر ہو رہی ہوتی ہیں لیکن ان کا اظہار نہیں ہو رہا ہوتا۔

Psychology is the scientific study of behavior and mental process. Behavior includes all of our outwards or events and reactions such as talking, facial expression and movements.[1]

Psychology is the study of consciousness, that men have Minds and bodies,

and that psychology studies the minds and physiology the bodies. [2]

نفسیات کے مندرجہ بالا تصورات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نفسیات کے دائرہ کار میں انسانی ذات، اس کا طرز عمل، احساسات، جذبات، باطنی کیفیات، افکار، رویے اور طرز عمل سبھی آتے ہیں۔ اسی طرح انسانی شخصیت کے تمام پہلو اور اس کے تمام تشکیلی عناصر بھی نفسیات کی حدود میں آتے ہیں۔

انسانی نفسیات پر تحقیق کے ضمن میں سب سے دلچسپ باب شخصیت کی تفہیم کا باب ہے۔ شخصیت کی جامع صورتحال کو سمجھنا اور اسے کسی ایک تعریف میں قید کرنا ایک پیچیدہ امر ہے۔ اس امر کی ایک کلیدی وجہ یہ بھی ہے کہ شخصیت ایک ایسا مضمون ہے جس میں انسان کے کئی پہلو اور اس کی سوچ اور اس کے عمل کے کئی زاویے در آتے ہیں۔ اس لیے شخصیت انسان کی مکمل حیات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کے ظاہری اعمال اور باطنی کیفیات کی مجموعی تصویر شخصیت کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شخصیت کی تعریف کرتے وقت مختلف مکاتب فکر اور علم نفسیات کے ماہرین میں زیادہ تر اختلاف ہی پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف بعض اوقات تو سطحی نوعیت کا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات یہ اختلاف شخصیت اور نفسیات کے بنیادی فلسفے میں ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نفسیات اور شخصیت کے مطالعے میں وسعت اور تجربات میں جامعیت پیدا ہوتی گئی۔ کئی سائنسی طریقہ ہائے کار کو برتا جانے لگا۔ جس کی وجہ سے ہر ماہر نفسیات نے شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو مد نظر رکھا جب کہ کئی دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شخصیت کی کوئی جامع تعریف جس پر تمام مکاتبِ فکر کا اتفاق ہو، پیش نہ کی جا سکی۔ البتہ یہاں تک اتفاق ہے کہ شخصیت کا کوئی مخصوص پہلو نہیں تصور کیا جا سکتا۔ یہ ایک انسان سے دوسرے انسان تک جس طرح مختلف ہو سکتی ہے اسی طرح ایک انسان بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی شخصیت کے نئے نئے پہلو سامنے لا سکتا ہے۔

انسانی نفسیات اور شخصیت کا باہم گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شخصیت کے مطالعے میں نفسیات کے مطالعے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شخصیت نفسیاتی عمل کی عملی شکل ہے جس میں شدت، محبت، پژمردگی، قنوطیت، رجائیت، ہیجانیت اور نرگسیت وغیرہ جیسی تمام جہتیں زیر بحث آتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی شخصیت اور نفسیات کے تعلق کی کسی ایک حالت کی درست تفہیم ایک پیچیدہ کام ہے۔ فرد کی اندرونی کیفیات کا اندازہ چوں کہ اس کے ظاہری کردار اور طرز زندگی سے لگایا جاتا ہے۔ اس لیے جس قدر انسان کی

نفسیات کسی محرک سے متاثر ہو گی اس کی شخصیت میں بھی اسی قدر تبدیلی آئے گی۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

> نفسیات کا یہ اہم ترین مسئلہ ہے کہ شخصیت کی تشکیل میں نسلی وراثت زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے کی ماحول! اس بارے میں مباحث نے مستقل صورت اختیار کر کے دو نظام ہائے فکر کی ترویج کی ہے۔ ماحول پر زور دینے والے کرداریت کے حامہ کہلاتے ہیں جب کہ نسلی وراثت پر زور دینے والوں نے عضویاتی نفسیات کو جنم دیا۔[۳]

شخصیت کی کسی کامل تعریف سے قطع نظر شخصیت کے لفظی مفاہیم کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ نکتہ عیاں ہوتا ہے کہ لفظ شخصیت کو انگریزی زبان میں "Personality" کہتے ہیں جو در حقیقت دو یونانی الفاظ کا "Per" اور "Snare" کا مرکب ہے۔ یہاں "Per" سے مراد 'کے ذریعے' جب کہ "Snare" سے مراد 'بولنا' کے ہیں۔ ان دونوں الفاظ کو اگر یکجا کر کے دیکھا جائے تو ان سے ماخوذ ہونے والا لفظ "Persona" ہے جس کے معنی 'بولنے کے لیے ایک واسطہ' کے ہیں۔ گویا شخصیت ایک ذریعہ ہے، ایک واسطہ ہے جس سے انسان اپنا مدعا کسی دوسرے شخص تک بہتر انداز میں پہنچا سکتا ہے یا یہ کہ ایک ایسا واسطہ جو انسان کی بات میں معنوی حرارت بھر دے۔

یونان کے قدیم عہد میں "Persona" اس نقاب کو بھی کہا جاتا تھا جو اداکار چہرے پہ پہن کر تھیٹر میں سٹیج پہ آیا کرتے تھے۔ شخصیت کے موجودہ مفہوم کا اصل ماخذ یہی نقاب ہی تصور کی جاتی ہے۔ اداکار انواع و اقسام کی نقابیں پہن کے آیا کرتے تھے جو منظر کے لحاظ سے تیار کی جاتی تھیں۔ ناظرین داد دیا کرتے تھے کہ فلاں اداکار کا "Persona" عمدہ ہے اور فلاں کا نہیں۔ اداکار اسی نقاب کی وجہ سے نہ صرف شرکاء سے ممتاز ہوتا تھا بلکہ دیگر اداکاروں کے درمیان بھی اس کی پہچان واضح ہو جاتی تھی۔ تو گویا نقاب یعنی شخصیت ہی دراصل وہ کل ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے الگ کرتی ہے یا یہ کہ وہ ایک انسان کی شناخت ہوتی ہے۔ بقول محمد حسن مختار:

> شخصیت کا لفظ شخص سے ماخوذ ہے، جس سے مراد انسان کی مکمل ذات ہے جو دوسروں کو نظر آتی ہے۔ شخصیت میں آپ کی عادات، سوچنے کا انداز، عمل اور جسمانی خدّوخال وغیرہ شامل ہیں۔[۴]

اسی طرح انسان کی شخصیت کی تشکیل میں چند مخصوص پہلو زیر عمل نہیں آتے بلکہ اس کا تعلق انسان اور اس کے ارد گرد کے ماحول اور انسان کا اس ماحول سے تعلق اور فطرت کے عوامل کے خلاف رد عمل کی نوعیت کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ شخصیت کی تعمیر اور تشکیل میں ماحول کا عمل دخل بہت زیادہ

ہوتا ہے۔ ایک انسان جس طرح کے ماحول میں زندہ رہا ہو گا اس ماحول کے اثرات اس کی ذات اور اس کی نفسیات پر مسلسل اور دیرپا اثرات چھوڑ رہے ہوں گے۔ یہ اثرات بعض اوقات تو عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ماحول کے یہ اثرات انسان کی نفسیات میں کچھ اس طرح رچ بس جاتے ہیں کہ وہ انسان کی شخصیت کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ارد گرد کے ماحول میں لوگوں کی شخصیت کے درمیان واضح تفریق ان کے ماحول، معاش، مذہبی عقائد اور اقتصادی تفاوت کی وجہ سے سامنے آ رہے ہوتے ہیں۔

انسانی شخصیت میں شعور سے زیادہ لاشعور اور تحت الشعور کا عمل دخل نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ شخصیت چوں کہ انسان کے مزاج، نظریات اور ردعمل کی وہ صورت حال ہوتی ہے جس میں انسان سوچ کے عمل سے گزرے بغیر فوری ردعمل اور فیصلہ صادر کر سکے۔ کیوں شخصیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ صفات انسان کی ذات میں اس طرح رچ بس جائیں کہ اس کی فطرت بن کر رہ جائیں۔ اس لیے انسان کی وہ عادات جو اس کے لاشعور اور تحت الشعور میں چلی جاتی ہیں وہ کسی خاص موقع پر خود ہی اپنا عملی پہلو پیدا کر لیتی ہیں انسان کو قطعی طور پر یادداشت یا سوچ کے مکمل عمل سے نہیں گزرنا پڑتا۔ بقول ساجدہ زیدی:

> شخصیت شعور محض کی کارفرمائی سے وجود میں نہیں آتی بلکہ اس میں شعوری عوامل، لاشعوری دھارے اور تحت الشعوری دباؤ سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم اپنے کسی ایک تجربے کو بھی محض شعور اور خالص لاشعور کا اظہار نہیں کہہ سکتے۔ درحقیقت لاشعور کی تحریک ہمارے بیشتر اعمال میں شامل ہے مگر ہمیں اس کا شعوری اندازہ نہیں ہوتا۔[۵]

ماہرین کی نظر میں ماحول کے ساتھ ساتھ انسانی شخصیت کی تشکیل میں وراثت کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان ماہرین کا خیال ہے کہ ایک ہی ماحول میں رہتے ہوئے مختلف لوگوں کی شخصیت مختلف ہوتی ہے۔ ایک ہی ماحول میں رہتے ہوئے بھی شخصیت میں یہ اختلاف وراثتی عوامل کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ سماجی وراثت کے اس عمل میں جہاں سماجی مقام و مرتبے کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے وہیں معاش، طرز فکر، خاندانی نظام، نسب اور سماجی منصب سب کی اہمیت کی وجہ سے ایک ہی ماحول میں رہنے والے افراد کی شخصیت مختلف ہو سکتی ہے۔ بقول ای۔ اے مینڈر:

> موروثی نظام ہمارے امکانات کی حد بندی کرتا ہے اور ماحول یہ تصفیہ کرتا ہے کہ ان امکانات کے من جملہ کن امکانات پر ہم قابو حاصل کریں گے۔[۶]

اسی طرح انسانی نفسیات اور شخصی تجربات کا بھی شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی خاندان میں رہنے والے لوگوں کی شخصیت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہے۔ جب انسان اپنی ذاتی زندگی میں کئی تجربات سے گزرتا ہے تو اس کے نتائج کے خلاف اس کا رد عمل ہمیشہ انفرادی نوعیت کا ہوتا ہے۔ ہر انسان کسی واقعے کے بارے میں مختلف انداز میں سوچتا ہے اور کسی اچھے یا برے واقعہ پر مختلف انداز میں رائے قائم کرتا ہے یا رد عمل پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے نتائج ہر انسان اپنے لحاظ سے اخذ کرتا ہے۔

ان نتائج میں اختلاف ہونے کی وجہ سے انسانی سوچ اور اس سوچ کے زیر سایہ پلنے والی اس کی شخصیت میں تبدیلی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ یوں ایک ہی خاندان میں رہنے والے تمام افراد اگرچہ ایک ہی ماحول اور ایک ہی راستہ رکھتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی شخصیت میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا انسان کی ذات کے ساتھ ہم کسی جبلت کو بطور لازم ملزوم منتھی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ جب وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی ضروریات بدلتی ہیں تو ان ضروریات کی تکمیل کے لیے انسان کے طریقہ ہائے کار اور افعال و نظریات میں بھی تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ بقول ولیم جیمس:

> جبلتیں بھی ایک شخص کی دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ ایک ہی شخص کی جبلتوں میں واقعات کے لحاظ سے تغیر ہو جاتا ہے۔[۷]

گویا انسانی شخصیت کسی خاص اور جامد شے نہیں اور نہ ہی یہ ایک یک جزوی شے ہے جو انسان کی ذات کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے۔ بلکہ انسانی شخصیت مختلف قسم کے کئی نظریات اور رویوں کا مرقع ہے جس میں مسلسل کئی داخلی اور خارجی تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شخصیت سازی کا عمل صرف خارجی بناؤ سنگھار تک محدود نہیں بلکہ اس میں انسان کے باطن کی بھی مثبت انداز میں تراش خراش شامل ہے:

> ارتقاء شخصیت میں تشکیل ذات، تعمیر کردار، سیرت سازی، تربیت اخلاق اور اصلاح فکر و عمل سبھی شامل ہیں۔ شخصیت سازی صرف ظاہری حسن کے سنوارنے کا نام نہیں بلکہ باطنی دنیا کی ترتیب نو بھی ہے، باہر کا خول سجا لینا، اسے قابل قبول بنا لینا تو اس قدر دشوار نہیں جتنا کہ اندر کی محفل کو سجانا۔[۸]

انسانی شخصیت کئی ظاہری اور باطنی پرتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ خارجی طور پر شخصیت کا پہلو

دوسروں کو نظر آتا ہے۔ اس میں انسان کے طرز عمل، گفتگو کا سلیقہ، برداشت کی صلاحیت، دوسرے لوگوں سے برتاؤ اور معاملات کے سلجھاؤ اور الجھاؤ کے عناصر شامل ہیں۔ یہ شخصیت کی ظاہری صورت حال ہے۔ جب کہ باطنی پہلو شخصیت کا وہ پہلو ہے جس سے ہم خود آگاہ ہوتے ہیں۔ انسان اندرونی طور پر کس حالت میں ہوتا ہے۔ اس کے اندر قنوطیت ہے یا رجائیت۔ اس کے احساسات کیا ہیں۔ وہ ارد گرد کی دنیا کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ کون سی چیز اسے حرارت عطا کرتی ہے اور کون سے عناصر اس کے حوصلوں کو توڑ دیتے ہیں۔ وہ تبدیلیوں سے کس نوعیت کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس لیتے شخصیت میں انسان کے ان اوصاف کی اہمیت بہت زیادہ ہے جو دوسرے لوگوں پر عیاں ہو رہے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی شخصی اوصاف ایک انسان کی شخصیت کو متشکل کر رہے ہوتے ہیں۔ بقول سید محمد محسن:

> شخصیت کسی فرد کے اوصاف اور مشکل اس کی خصوصیتوں کی حرکی تنظیم کا نام ہے۔ وہ تمام خصوصیتیں جو کسی انسان میں ہوتی ہیں، یعنی اس کی ضرورتیں اور حاجتیں، اس کے رویے اور عادتیں، اس کی استعداد و قابلیت، اس کے اغراض و مقاصد، دوسرے اشخاص اور اشیاء کے تئیں اس کا طریقہ کار، یہ سب مل کر اس کی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں۔[۹]

بعض اوقات انسان کو ایسی کیفیت بھی درپیش ہوتی ہے جس میں انسان اپنی ذات اور شخصیت کے باطنی پہلوؤں سے خود بھی مکمل طور پر آگاہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت شخصیت کی مکمل تصویر انسان کے ظاہری و باطنی اور پوشیدہ تمام پہلوؤں کے امتزاج سے ممکن ہے۔ اس لئے جب کسی شخص کی شخصیت کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو نہ صرف اس شخص کی شخصیت کے ظاہری پہلو کا تجزیہ کیا جاتا ہے بلکہ اس کے باطنی پہلوؤں اور ان باطنی پہلوؤں کی نفسیاتی و نظریاتی اساس تک کا کھوج لگانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی صورت میں ہی ایک محقق کسی انسان کے تمام فکری رجحانات، جذبات اور میلانات کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے اور وہ اس انسان کی شخصیت کی کسی ایسی تصویر تک پہنچ سکتا ہے جو مختلف حالات میں بھی اپنی ہیئت جامد رکھتی ہے یا یہ کہ جس سے کسی مخصوص مہیج کے خلاف اس شخص کے رد عمل کی پیشگوئی ممکن ہوتی ہے۔ بقول ساجدہ زیدی:

> شخصیت جس کی تشکیل و تعمیر میں شعور و لاشعور کی آمیزش اور آویزش ہوتی ہے، فرد کے اندر ایسے طبعی نظاموں کی ایک پیچیدہ، مربوط اور منظّم اکائی ہے جن کی بنا پر فرد کے مخصوص طرز حیات اور منفرد فکر و عمل کا تعین ہوتا ہے اور جو خود متحرک، تغیر پذیر اور نمو پذیر ہے۔[۱۰]

شخصیت دراصل انسان کے انہی فطری جذبات میلانات اور رجحانات کا ایک ایسا امتزاج ہے جس میں توازن پایا جاتا ہے۔ یہاں توازن سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ نفسیات کی ایک کامل صورتحال ہے جس میں انسان ہر لحاظ سے معیاری ردعمل ظاہر کر رہا ہوتا ہے بلکہ اس سے مراد ایسی نفسیاتی کیفیت لی جاتی ہے جو دیرپا قائم رہ سکے۔ شخصیت کی وہ حالت جس میں استحکام ہو۔ وہ عارضی نہ ہو۔ اس لیے اگر عارضی طور پر کسی انسان کے میلانات ورجحانات میں عارضی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو ہم اس نئی صورتحال کو اس انسان کی شخصیت کی مجموعی صورت حال نہیں کہیں گے بلکہ مجموعی صورتحال وہی رہے گی جس میں انسان کا مزاج پختہ ہو۔ شخصیت دراصل انسان کے میلانات ورجحانات، جذبات اور سماجی محرکات کے خلاف ردعمل کی نوعیت پر مبنی ہوتی ہے:

> شخصیت کے اوصاف کا ہم براہ راست مشاہدہ نہیں کر سکتے ان کا علم ہمیں کسی شخص کے کردار میں یکسانیت کے مشاہدہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کے اوصاف نہایت منضبط اور دوسرے شخص کے نہایت غیر منظّم ہوں۔ اس صورت میں ہمارے سامنے شخصیت کے انضباط کے معیار میں فرق کا منظر پیش کرنا ہو گا۔ ایک انتہائی منضبط شخصیت کے اوصاف ایک پیوستہ اور مربوط نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔"

انسانی شخصیت کی تشکیل میں کئی متغیرات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح فطرت کا انسانی شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرد کی فطرت اور ماحول کے باہمی تعلق کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یہی کیفیت اس کی شخصیت کو تشکیل دے رہی ہوتی ہے۔ انسان ارد گرد کے ماحول میں جو کچھ دیکھتا ہے اس سے اثر قبول کرتا ہے۔ یہ اثر جہاں منفی اور مثبت بھی ہو سکتا ہے وہیں عارضی اور دیرپا بھی ہو سکتا ہے۔ ارد گرد کے ماحول سے اخذ شدہ تجربات اور محرکات انسانی سوچ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں انسان اپنے آپ کو اس ماحول کے مطابق یا اس کے ردعمل میں کسی خاص نہج تک ڈھال لیتا ہے۔ جب یہی مختلف انسانی افکار اور سماجی محرکات کے نتیجے میں شخصی ردعمل کی کیفیات انسان میں یکجا ہو کے ایک کل کی شکل اختیار کر لیتی ہیں تو اسے شخصیت کہتے ہیں۔ لہٰذا انسان کی ذہنی وحدت کی ایک ایسی صورت جو اس کے کردار کو تشکیل دے سکے شخصیت کہلاتی ہے۔ بقول البورٹ:

> Personality is the dynamic organization within the individual of those psychophysical system that determine his characteristics, behavior and

thought.[12]

شخصیت کوئی جامد یا ساکن شے نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک انسان کی شخصیت جو ایک وقت میں جب قائم ہو جاتی ہے تو وہ ارتقاء پذیر نہیں ہو سکتی یا یہ کہ اس میں زمانے کے ساتھ ساتھ رد و قبول کا عنصر قائم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ شخصیت انسان کی سوچ، اس کی نفسیات، اس کے تجربات اور معاشرے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ یہ تبدیلی نہایت نحیف انداز میں رونما ہو رہی ہوتی ہے اور اس کے اثرات نہایت معمولی صورتحال میں سامنے آرہے ہوتے ہیں لیکن بہرحال تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہاں تبدیلی سے مراد یہ بھی نہیں کہ شخصیت کا جو تاثر ایک بار قائم ہو چکا ہوتا ہے اس میں یکسر تبدیلی آئے روز رونما ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ اس ارتقاء سے مراد شخصیت کے جزوی پہلوؤں کی تبدیلی ہے جو نئے تجربات کی وجہ سے انسان کی ذات میں نمودار ہوتی ہے۔ بقول ساجدہ زیدی:

> ہر چند کی شخصیت تغیر پذیر اور متحرک وقوعہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں نکلتا کی شخصیت ایک قطعاً سیال شے ہے جو کبھی ایک صورت پر نہیں ٹھہرتی بلکہ بہت سی ایسی خصوصیات جو شخصیت کو بناتی ہیں کم و بیش مستقل ہوتی ہیں۔ تغیر پذیری کا مطلب یہ ہے کہ شخصیت کوئی جامد شے نہیں ہوتی جو ایک بار متعین ہو کر ہمیشہ اسی ڈگر پر چلتی رہے لیکن شخصیت کی کچھ خصوصیات مسلسل ہوتی ہیں۔ ان کا ارتقاء ایک بار ہو جائے تو وہ شخصیت کی پہچان میں کم و بیش مستقل حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔[۱۳]

بعض اوقات جب انسان کے ارد گرد کے محرکات اتنے طاقتور ہو جاتے ہیں کہ وہ اس کی شخصیت کے خدّوخال تک کو یکسر تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تب انسان کی شخصیت میں بظاہر تو اچانک بڑی تبدیلی آتی ہے لیکن حقیقت میں اس نئی تبدیلی کا مادہ انسان کی ذات میں پہلے ہی پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اور انسانی نفسیات اس تبدیلی کے لیے کسی محرک سے قبل ہی تیار کر چکی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات انسان اپنی ذات کے ارد گرد سد تعمیر کر لیتا ہے۔ وہ اپنے خیالات اور تجربات کو اس قدر پختہ شکل دے چکا ہوتا ہے کہ ان میں تبدیلی کا عمل نہایت سست ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایسے افراد جو اپنے آپ کو سماجی طور پر تنہا کر لیتے ہیں ان کی شخصیت میں رد و قبول اور ارتقاء کا عمل نہایت خفیف رہ جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایسے لوگ جن کے مزاج میں تجسّس اور کھوج ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو سماج کا ایک متحرک عنصر سمجھتے ہیں ان کی شخصیت میں تبدیلیاں نسبتاً زیادہ ہوتی ہیں۔

شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے سلسلے میں انسان کی عمر کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ بچپن کا زمانہ جو کہ انسان کے شعور اور ذاتی تجربات کی پختگی کے زیر سایہ نہیں ہوتا نہ ہی اس دور میں انسان نظریاتی طور پر کوئی فلسفہ رکھتا ہے اس لیے ہم اس وقت کے انسان کی شخصیت کو شخصیت کی مکمل صورت قرار نہیں دیتے۔ لیکن جب انسان جوانی کی طرف قدم رکھتا ہے تو شعوری طور پر اپنے اردگرد شخصیت کی شکل میں ایک نفسیاتی حصار کھینچ لیتا ہے۔ یہی حصار ہی دراصل اس کی شخصیت کی تشکیل کر رہا ہوتا ہے۔ اس حصار میں نا صرف انسان کے تجربات کے نتائج موجود ہوتے ہیں بلکہ اس کا فلسفۂ حیات، مذہب، سماجی و خاندانی زندگی کے اصول و تقاضے اور تصورات، غرض زندگی کی تمام جزئیات شامل ہوتی ہیں۔ اس لیے ایک انسان جوانی کے عالم میں اپنی جو شخصیت قائم کرلیتا ہے شخصیت کی وہ صورت حال کم و بیش اس کی باقی عمر تک قائم رہتی ہے۔

اس شخصیت کے اس دوام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جوانی تک انسان جس ماحول میں رہ رہا ہوتا ہے وہ ماحول تقریباً بعد میں اتنا تیزی سے نہیں بدلتا جتنا کہ انسان کی زندگی کے پہلے نصف میں بدلتا ہے۔ جوانی تک وہ عشق و محبت کے تجربات سے دوچار ہو چکا ہوتا ہے۔ اس دوران وہ متعدد نئی دوستیاں بھی بنا چکا ہوتا ہے۔ اس کے مذہبی تصورات راسخ ہو چکے ہوتے ہیں۔ معاش کا سلسلہ انسان تعمیر کر چکا ہوتا ہے۔ معاش کے علاوہ سماجی مقام اور سماجی جڑاؤ کی تمام کیفیات جوانی تک پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہوتی ہیں۔ انسان جوانی تک نئے تجربات کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی شخصیت میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہے لیکن جوانی کے بعد انسان کی ذات میں تجسّس اور تجربات کی وہ صورت باقی نہیں رہتی جس کے نتیجے میں انسانی شخصیت کے اندر بدلاؤ کی کیفیت بھی اس طرح باقی نہیں رہتی۔ یہی صورتحال انسان کی نفسیاتی پختگی کے ضمن میں بھی نظر آتی ہے۔

بچپن اور نوجوانی کا زمانہ نفسیاتی طور پر انسان کا نہایت تیزی سے بدلتا ہوا زمانہ ہے لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے انسان کی نفسیات پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر معاشرے میں موجود محرکات اس کو نفسیاتی طور پر اس طریقے سے متحرک نہیں کر سکتے جس طریقے سے اوائل عمری میں کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے انسان کی شخصیت میں تبدیلی اس کی عمر کے آخری نصف میں کم ہی آتی ہے۔ بقول ای۔ اے مینڈر:

> ابتدائی بچپن کے تجربات آئندہ نشوونما کا رخ بتاتے ہیں۔[۱۴]

ہر انسان کی شخصیت کئی مثبت اور منفی پہلوؤں کا مرقع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر انسان کی شخصیت

کچھ ایسی خوبیوں کی بھی حامل ہوتی ہے جو اسے دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ شخصیت کا یہ امتیازی پہلو اس شخص کی پہچان بن جاتا ہے۔ پر اثر لوگوں کی ایک خاصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت کے امتیازی پہلو اس قدر موثر ہوتے ہیں کہ ان کی ذات کے منفی پہلو بے اثر ہو کے رہ جاتے ہیں۔ شخصیت کے امتیازی اور مثبت نشانیوں میں سے خود اعتمادی اور خوش گفتاری قابل ذکر ہیں۔ یہ ایسے امتیازات ہیں جو کسی انسان کی شخصیت کو نکھار دیتے ہیں۔ انسان جس قدر خوش گفتار ہو گا اسی قدر اس کی ذات دوسرے لوگوں کے درمیان مقبولیت حاصل کرے گی اور یہ مقبولیت اس کی خود اعتمادی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح شخصیت کے منفی پہلو جیسا کہ قنوطیت، جذباتیت یا انا پرستی بھی انسان کی شخصیت میں ہو سکتے ہیں۔

جب ہم کسی انسان کی شخصیت کا جائزہ لے رہے ہوتے ہیں تو ہمیں کسی خاص ماحول کے اندر رہتے ہوئے اس انسان کی شخصیت کا جائزہ نہیں لینا چاہیے بلکہ ہمیں شخصیت کا تاثر عمومی طور پر قائم کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ایک انسان جو بظاہر خوش باش انسان ہوتا ہے یہ لازمی نہیں کہ وہ جس معاشرے میں جائے اس معاشرے میں اپنی یہ صفت برقرار رکھ پائے۔ اسی طرح بعض اوقات انسان کسی خاص گروہ میں تو خوش باش رہتا ہے لیکن کسی دوسرے گروہ میں اس کی ذات میں کرختگی پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ تو ایسے میں ہم اسے خوش باش انسان نہیں کہیں گے بلکہ خوش باش ہونے کے لیے ہم اس کی طرز عمل کو مختلف قسم کے ماحول میں جانچنے کے بعد یکساں پائیں گے۔ اسی طریقے سے حسن مذاق اور خود اعتمادی کے معاملے میں بھی ہم کسی انسان کی شخصیت کا جائزہ کئی متوازی اور متضاد عوامل کے پیش نظر لیں گے۔

شخصیت کے زمرے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ شخصیت کا وجود اظہار سے مشروط ہے کہ جب تک اظہار نہیں ہو گا تب تک شخصیت کے پہلوؤں کا جائزہ لینا ممکن نہیں۔ اگر ایک شخص مثبت سوچ رکھتا ہے تو وہ جب تک خاموش رہے گا تک اس کی شخصیت کا یہ پہلو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے گا۔ لیکن جب وہ بار بار مختلف معاملات میں اپنی مثبت نظری کا مظاہرہ کر رہا ہو گا تو پھر عوامی طور پر یہ ایک رائے قائم ہو جائے گی کہ فلاں شخص مثبت شخصیت کا مالک ہے۔ شخصیت کی تعمیر میں ماحول کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے ماحول کے پس منظر میں کسی انسان کی شخصیت کو جانچنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سخت ماحول میں غیر متزلزل زندگی گزار رہا ہوتا ہے یا یہ کہ اس کی زندگی میں روانی ایک نسبتاً پر سکون ماحول سے کم ہوتی ہے تو یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس شخص کی شخصیت میں توازن نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ ایک

نہایت سخت ماحول میں بھی اپنی متوازن زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن اس کے بدلے میں اگر کوئی شخص نہایت پرسکون ماحول میں اس جیسے متوازن زندگی گزار رہا ہو تو اس کی شخصیت اول الذّکر شخص کی نسبت کم منظّم اور موثر ٹھہرے گی کیوں کہ ثانی الذّکر کو نسبتاً پرسکون ماحول میسر تھا:

> شخصیت کی خصوصیتوں کا فرق اشخاص کے سماجی ماحول کی خاصیتوں کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ سماجی ماحول کا مفہوم دوسرے اشخاص کا ماحول اور سماجی ادارے پر مشتمل ہے۔ شخصیت کے فرق کو متعین کرنے میں کلچر اور خاندان کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔[۱۴]

اسی طرح سماجی عدم مساوات بھی کسی انسان کی شخصیت میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی گھر میں پلنے والے مختلف بچوں کی شخصیت کئی لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس شخصیت کے اختلاف کے درمیان ایک اہم عنصر والدین کی طرف سے برتا جانے والا طرز عمل ہو سکتا ہے۔ جب والدین کسی ایک بچے کو زیادہ پیار اور شفقت دے رہے ہوتے ہیں تو دوسرے بچوں کے دل میں فطری طور پر حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بغض و عداوت اور کینہ بعد میں ان بچوں کی شخصیت کا حصہ بن سکتا ہے۔ اسی طرح ایسے بچے جو والدین کی شفقت اور لاڈ پیار تلے پل رہے ہوتے ہیں ان کی شخصیت کئی لحاظ سے دوسرے بچوں سے مختلف ہوتی ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

> انفرادی نفسیات میں کنبہ کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ ایڈلر نے باپ کو سورج، ماں کو چاند اور بچوں کو ستاروں کے جھرمٹ سے تشبیہ دی ہے۔ کنبہ کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ فرد معاشرہ کی اکائی ہے اور کیوں کہ اس کی شخصیت کی تشکیل اور اس کی انفرادیت کا تعین کنبہ ہی میں ہوتا ہے اس لیے بالواسطہ طور سے کنبہ اچھے اور برے معاشرہ کی تشکیل میں ممد ثابت ہوتا ہے۔[۱۵]

بچوں میں اوائل عمری میں پیدا ہونے والی خود اعتمادی اور احساس جرم کے عناصر والدین کے رویوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ لڑکپن تک بچہ پہنچتا ہے تو اس کی شخصیت کے عناصر پختگی کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ ان عناصر میں استحکام آنے لگتا ہے۔ عناصر کے درمیان ابہام اور ٹکراو کا عمل سست پڑتا جاتا ہے اور شخصیت کا ارتقائی عمل بھی سست پڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً جو بچہ اوائل عمری میں کسی خاص ماحول میں پرورش پا رہا ہوتا ہے اس کے اثرات اس کی جوانی تک اس قدر راسخ ہو چکے ہوتے ہیں کہ اس کی

شخصیت کا اہم جزو بن جاتے ہیں۔ بعض اوقات شخصیت کے یہی عناصر کئی دیگر عناصر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

جب ایک انسان ایک مرتبہ خود پسندی یا احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کی شخصیت کے دیگر پہلو بھی اسی احساس تلے روندے جاتے ہیں۔ اس لیے شخصیت کے عناصر کا جس طرح انسان کے رویوں اور کردار کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اسی طرح شخصیت کے عناصر آپس میں بھی ایک دوسرے پر نہایت پر اثر انداز میں اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ فرائیڈ والدین کے رویوں اور ان رویوں کے بچوں کی شخصیت پر اثرات کے بارے میں یہی نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے بقول لڑکا ہمیشہ باپ سے مماثلت قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے جب کہ لڑکی اپنی ماں کی صورت اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ بقول ای۔ اے مینڈر:

> ہمارے محسوس کرنے، سوچنے اور طرز عمل کے جو خاص طریقے ہیں وہ ہمارے زمانہ ماضی کے تجربات پر مبنی ہیں۔ اس طرح عادت طبیعت ثانی ہے یا جیسا کہ ولنگٹن کا قول ہے عادت فطرت سے دس گنا زبردست ہے اور جوان آدمی کی زندگی میں عادت کی اہمیت ایک مسلمہ امر ہے کیوں کہ تربیت کی بدولت جو کچھ عادتیں ہم میں پیدا ہوتی ہیں وہ اس وقت تک راسخ ہو جاتی ہیں اور بہتیرے فطری جذبات کا گلا گھونٹ دیتی ہیں جو ابتداً ہم میں موجود تھے۔[۱۶]

عام طور پر شخصیت کی تفہیم کرتے وقت یہ تصور کر لیا جاتا ہے کہ شخصیت دراصل متاثر کرنے کا عمل ہے یا یہ کہ کسی شخص کی موجودگی کسی دوسرے شخص کے طرز عمل کو کس حد تک بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ گویا شخصیت یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔ یعنی لوگوں کے نظریات اور ان کے عملی پہلوؤں پر اثر کرنے کا انداز ہی دراصل شخصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی دوسرے کو متاثر نہ کرلے ہم اس کی شخصیت کے قائل نہیں ہوتے۔ شخصیت نفسیاتی پہلو تو رکھتی ہی ہے لیکن اس کا عملی پہلو بھی نہایت جامع ہوتا ہے۔ شخصیت کے دائرہ کار میں انسان کی وہ مہارتیں بھی در آتی ہیں جو وہ لوگوں سے معاملات طے پاتے وقت بروئے کار لاتا ہے۔ انسان وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مہارتوں کو اس قدر متواتر اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے کہ یہ بسا اوقات اس کے کردار کا جزو محسوس ہونے لگتی ہیں۔ انسان ان مہارتوں کا مسلسل دہراؤ کی وجہ سے عملی طور پر یکساں رویے اور عمل کا حامل ہو جاتا ہے اور

یہی عملی یکسانیت اس کی شخصیت کو تشکیل دینے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ بقول سید محمد حسن:

> شخصیت صرف منفرد ہی نہیں ہوتی یہ استوار اور مستقل بھی ہوتی ہے۔ یہ جاری اور بڑی حد تک یکساں رہتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں شخصیت کے اوصاف شخصیت کی استوار خصوصیتیں ہیں۔ ایک بار قائم ہو جانے کے بعد ان میں جلد اور دفعتاً تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اوصاف کی تنظیم بھی عام طور پر دیرپا ہوتی ہے۔۔۔ اگر شخصیت لحہ بہ لحہ بدلتی رہے تو سماجی زندگی ناممکن ہو جائے۔[۱۷]

حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کی شخصیت کی پہچان کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص سماج میں کس قدر بلند مرتبہ حاصل کر رہا ہے یا لوگ اس کی عزت کرتے ہیں یا نہیں یا لوگ اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں یا سماجی فیصلہ سازی میں اس کا کوئی عمل دخل یا اختیار ہے کہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ جو بظاہر بلند مرتبوں اور عہدوں پر فائز ہوتے ہیں شخصیت کے لحاظ سے نہایت پست ہو سکتے ہیں۔ عملی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو ہمیں اپنے ارد گرد ایسے بے شمار انسان مل سکتے ہیں جو بظاہر تو بلند سماجی منصب پر فائز ہوتے ہیں لیکن اگر شخصی طور پر دیکھا جائے تو ان کی ذات شکست و ریخت کا شاخسانہ ہوتی ہے۔ شخصیت کے بارے میں اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ سو فیصد انسان کی ذاتی پیداوار ہے تو یہ بھی غلط ہو گا۔ بلکہ شخصیت کا تعلق فطری بھی ہو سکتا ہے۔ ایک انسان فطری طور پر بھی پختہ شخصیت یا منفی شخصیت کا مالک ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس کے ارد گرد کا ماحول کئی لحاظ سے متوازن بھی ہو لیکن پھر بھی اس کے افکار اور اس کی فطرت میں عدم توازن کے عناصر جنم لے سکتے ہیں۔

جس طرح مثبت اوصاف ایک شخصیت کو تشکیل دے رہے ہوتے ہیں اسی طرح منفی اوصاف بھی، جیسا کہ کمزور قوت فیصلہ، کمزور ارادی، بے ایمانی، منفی جذبات، مزاحمت اور قنوطیت وغیرہ بھی شخصیت کو تشکیل دے رہے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہو رہا ہوتا ہے کہ ایک انسان بیک وقت منفی اور مثبت رجحانات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ایسے میں کسی انسان کی شخصیت کے کسی ایک پہلو کو دیکھ کر ہم اس کی کلی شخصیت کے بارے میں فوراً کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہمیں اس کے طرز عمل اور اس کے رد عمل کی شدت کے بارے میں سائنسی نقطہ نظر اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کو مختلف قسم کے ماحول سے جب واسطہ درپیش ہوتے ہیں تو اس کے رد عمل کا جائزہ اس کی شخصیت کی تفہیم و تعبیر کے لیے

نہایت ضروری ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1. Saundra-K-Ciccarelli, *Psychology* (Lahore: Multiline Books, 5th edition, 2011), 5.

2. Edwin G Boring, *Foundation of Psychology* (Bombay: Asia Publishing House, 3rd Indian edition, 1961), 5.

۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان (لاہور: مکتبہ شاہکار، ۱۹۷۷ء)، ۵۹۔

۴۔ محمد حسن مختار، ”پتھر کے زمانے سے چاند تک کا سفر“ مشمولہ: نئی سوچ نئی شخصیت، مرتبہ: محمد وقاص (۲۰۲۲ء)، ۲۔

۵۔ ساجدہ زیدی، انسانی شخصیت کے اسرار و رموز (دہلی: جے کے آفسٹ پرنٹرس، ۱۹۹۹ء)، ۳۷۔

۶۔ ای۔اے مینڈر، ہماری نفسیات، مترجمہ: شیدا محمد صاحب (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۹ء)، ۸۹۔

۷۔ ولیم جیمس، اصول نفسیات ، جلد اول، مترجمہ: مولوی احسان احمد (حیدر آباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۷ء)، ۱۱۷۔

۸۔ عبدالرحمٰن قریشی، ”دیباچہ“ مشمولہ: آپ کی شخصیت اور اس کا ارتقاء، ملک عطا محمد (دہلی: مکتبہ اسلامی، ۱۹۸۳ء)، ۱۵۔۱۶۔

۹۔ سید محمد حسن، ابتدائی نفسیات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۴ء)، ۱۸۴۔

۱۰۔ ساجدہ زیدی، انسانی شخصیت کے اسرار و رموز، ۳۹۔

۱۱۔ سید محمد حسن، ابتدائی نفسیات، ۱۸۵۔

12. Gordon W. Allport, *Pattern and Growth in Personality* (New York: Holt, Rinehart and Winston, 1961), 28.

۱۳۔ ساجدہ زیدی، انسانی شخصیت کے اسرار و رموز، ۶۴۔

۱۴۔ سید محمد حسن، ابتدائی نفسیات، ۱۸۸۔

۱۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تین بڑے نفسیات دان، ۶۱۔

۱۶۔ ای۔اے مینڈر، ہماری نفسیات، ۸۸۔

۱۷۔ سید محمد حسن، ابتدائی نفسیات، ۱۸۳۔۱۸۴۔